



JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 39, Issue No.02

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.

It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Khawar Nawazish
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 300 9561745

WEBSITE:
<https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/>

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
khawarnawazish@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research
(Urdu), Department of Urdu,
Bahauddin Zakariya University, Multan

TITLE OF THE PAPER

لسانیات اور تاریخ: توضیح و تعبیر

AUTHOR(S)

Dr. Abdul Sattar Malik
Department of Urdu
Allama Iqbal Open University, Islamabad

CONTACT

abdul.sattar@aiou.edu.pk

HISTORY OF THE PAPER

Received on: 19-09-2023
Accepted on: 27-12-2023
Published on: 31-12-2023

DETAIL(S)

Volume No. 39, Issue No. 02, Page No: 38-48
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE



This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2023. ©Journal of Research (Urdu) 2023.
This publication is an open access article.

ڈاکٹر عبد الستار ملک

لسانیات اور تاریخ: توضیح و تعبیر

Linguistics and History: Explanation and Interpretation

ABSTRACT

Historical linguistics involves studying the evolutionary stages of a specific language or or languages belonging to a family in the light of historical periods to find out which linguistics changes and variations have occurred over time in the language under study. In comparative linguistics, historically related languages are compared, the original language is sought, from which different languages came into existence. It is the branch of linguistics in which two or more languages belonging to the same family are studied and compared to find out their similarities and differences. It should be noted that comparative linguistics covers different languages of the same family or different dialects of a language. When the need for a comparative study of languages of different families became clear, experts gave the name typology. In this type of study, groups are established based on common or contrasting features by taking the syntax of different languages. They were earlier called syntactic or grammatical groupings, now called typological groupings. Etymology explores the history of words. All these aspects are discussed in this article.

KEYWORDS

Linguistics, History, Historical Linguistics, Comparative Linguistics, Etymology

لسانیات کی جولان گاہ بہت وسیع ہے۔ آج ترقی یافتہ معاشروں میں لسانیات کی مدد سے تاریخ، تہذیب اور معاشرت کے بہت سے مسائل حل کیے جا رہے ہیں۔ اس سے مختلف نسلوں اور زبانوں کا باہمی اشتراک و اختلاف معلوم کیا جا رہا ہے۔ اس سے قوموں اور زبانوں کی عمر کے ساتھ ان کی جائے پیدائش کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ قدیم اور مردہ زبانوں کے رسم الخط اور ادب کی تفہیم بھی لسانیات کی مدد سے ممکن ہو گئی ہے۔ لسانیات اور تاریخ کا گہرا ربط ہے۔ اردو میں لسانیات کا آغاز تاریخی اور تقابلی لسانیات سے ہوا۔ مشرقی ماہرین زبان میں سراج الدین علی خان آرزو وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے ”نوادرا لالفاظ“ (۱۷۵۱ء) سراج اللغات اور مثنوی میں قواعد زبان،

سنسکرت اور فارسی میں لسانی مماثلت کی نشان دہی کی ہے۔ محمد حسین آزاد نے سخن دانِ فارس (۱۸۸۷ء) میں عمومی لسانیات کے مباحث اور زبانوں کے لسانی رشتوں کی بات کی۔ اس مضمون میں یہ دیکھنا مقصود ہے کہ اردو لسانیاتی تحقیق نے تاریخ سے کس حد تک ناطہ جوڑا۔

تاریخی لسانیات میں زبانوں کی تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان میں عہد بہ عہد تبدیلیوں کا کھوج لگایا جاتا ہے۔ اس شاخ میں اصولوں و قواعد کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جن کے سبب زبانوں میں مختلف قسم کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں تلفظ کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہیں اور معنی کے اعتبار سے بھی۔ جدید تاریخی لسانیات کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوا۔ اس میں قدیم متون اور علمی مواد کا مطالعہ زبان کے ماخذ، ارتقا اور تشکیل کی بازیافت کرتے ہوئے کیا جاتا ہے اور زبان کی زندگی کی جملہ منزلوں کا موازنہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ مختلف زبانوں کی باہمی مناسبت اور ان کے درمیان مشابہت کے اسباب اور اختلاف کا جائزہ بھی لیتی ہے۔

لسانی زبانیات سے زبانوں کی عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ ایک صدی میں زبان کے ذخیرے میں کتنے فی صد الفاظ بدل جاتے ہیں۔ دو قرابت دار زبانوں میں الفاظ کے اختلاف کی مقدار دیکھ کر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ کب ایک دوسرے سے جدا ہوئیں؟ اس سے ایک لسانی برادری کے ذیلی گروہ کے نقل مکانی کا زمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ یورپ اور ویلز کے چھپیوں کی زبان میں ہندوستانی الفاظ کی افراط اس بات کی شاہد ہے کہ یہ لوگ عہد قدیم میں ہندوستان سے جا کر مغرب میں آباد ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر زورر قم طراز ہیں:

"چھپیوں کے آباد اجداد پہلی مرتبہ غالباً پانچویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے نکلے اور یہ پہلا قافلہ ایران، ارمینیا اور بازنطینی سلطنت سے گزرتا ہوا یورپ پہنچا۔ مشرقی یورپ میں یہ لوگ بارہویں صدی عیسوی میں داخل ہوئے اور پھر وہاں سے مغربی اور جنوب مغربی یورپ کا رخ کیا۔ چھپیوں کا ایک دوسرا گروہ ارمینیا میں ٹھہر گیا جہاں ان کی زبان درمیانی عہد کی ہند آریائی کے بالکل مشابہ رہی مگر ساتھ ہی ارمینی زبان سے متاثر ہوتی رہی۔ ہندوستان کی موجودہ ہند آریائی زبانوں اور چھپی بولیوں میں ماخذ و اشتقاق کے لحاظ سے نہایت قریبی تعلق ہے۔" (1)

لسانیات کی ایک شاخ لسانی عتیقیات (Linguistic Palaentology) ہے جس میں قدیم زبانوں کی مدد سے قدیم تہذیبوں اور ماقبل تاریخ زمانے کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے۔ یہاں علم آثارِ قدیمہ، تاریخ اور لسانیات ایک ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کا ایک اہم شعبہ آثارِ قدیمہ ہے جو اپنے آپ میں ایک مستقل شعبہ علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ آثارِ قدیمہ قدیم زبانوں کے نمونے محفوظ رکھتا ہے اور ماہر لسانیات ان قدیم کتبوں اور تحریروں کو پڑھ کر ان آثار کے پوشیدہ رازوں کو فاش کرتے ہیں۔ لسانی عتیقیات میں آکر علم آثارِ قدیمہ اور لسانیات ایک ہو جاتے ہیں۔ لسانیات اور بشریات بھی ایک دوسرے کے لیے معاون و مددگار ہوتی ہیں۔ بشریات کا موضوع انسان ہے۔ اس میں ماقبل تاریخ انسان اور موجودہ پس ماندہ انسانوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کے مطالعے کا ایک شعبہ پچھڑے قبائل کی زبانوں کا تجزیہ کرتا ہے۔

اس مطالعے کی بنیاد ماہر لسانیات میکس ملر نے ڈالی اور اصل ہند یورپی زبان کی مدد سے آریوں کے اصلی وطن کے طے کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں دوسرے علما نے بھی لسانیات کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا۔ لسانیات کی اس شاخ کے مفید اطلاق کے لیے چند دوسرے علوم سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ ان میں جغرافیہ سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ آثارِ قدیمہ، ارضیات اور بشریات شامل ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ باز تشکیل اور تقابلی مطالعے کے طریقوں سے کسی زبان کے خاندان کے قدیم ترین الفاظ دریافت کیے جاتے ہیں۔ ان لفظوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیتے ہیں اور ان گروہوں کے مطالعے سے اس زبان کے اصلی وطن کی شناخت اور اس کی خصوصیات معلوم کی جاسکتی ہیں۔ دریاؤں، پہاڑوں، پھولوں، پودوں اور جانوروں کے ناموں سے نہ صرف یہ کہ اس زبان کے اصل مقام کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس لسانی گروہ کی مختلف مقامات پر ہجرت اور اس زبان کی مختلف شاخوں کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ مذہبی اور سماجی الفاظ سے اس قوم کے عقائد، رسوم اور معاشی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔

انیسویں صدی زبانوں کے تقابلی اور تاریخی مطالعے کے عروج کا زمانہ تھا۔ خاص طور پر ہند یورپی زبانوں کے یورپ میں تاریخی کاموں کا آغاز دانتے (۱۲۶۵ء-۱۳۲۱ء) کے ساتھ ہوا لیکن ۱۷۸۶ء کے آخر میں سرو لیم جوئز کے ذریعہ سنسکرت اور یورپ کی بہت ساری زبانوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد دریافت ہوئی (2)۔ اس دریافت نے تاریخی مطالعے کے لئے ایک منظم اور مسلسل راستہ ہموار کیا۔ سرو لیم جوئز نے یہ رائے ظاہر کی کہ سنسکرت اور

ہند یورپی زبانوں کے مشترکہ آباؤ اجداد ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ مشترکہ لسانی خصوصیات کا اشتراک کرتے ہیں۔ سرولیم جو نزکی تحقیق کا تاریخی لسانیات کی ترقی میں عام طور پر اور تقابلی لسانیات میں خاص طور پر اہم مقام ہے۔ ان کے زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ دنیا کی تمام جدید زبانیں بائبل کے زمانے کی عبرانی سے وجود پذیر ہوئی ہیں۔ سرولیم جو نز نے ۱۷۸۶ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے خطبے میں اس خیال کو رد کر دیا۔ "سرولیم جو نز نے ما قبل زبان (ProtoLanguage) کا تصور دیا۔

زبان کے اس قسم کے مطالعے کے چند بڑے مقاصد ہیں:

- ۱۔ کسی مخصوص زبان میں مشاہداتی تبدیلیوں کو بیان کرنا۔
- ۲۔ زبان میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کے متعلق عام اصول وضع کرنا۔
- ۳۔ زبانوں کی قدیم تاریخ کا پتہ لگانا اور انہیں ہم آہنگی تلاش کر کے انہیں لسانی خاندانوں میں تقسیم کرنا۔
- ۴۔ الفاظ کی تاریخ (اشتقاقیات) کا مطالعہ کرنا۔

تقابلی لسانیات، لسانیات کی اہم شاخ ہے جس کا چلن کئی صدیوں سے لسانیات میں رہا ہے۔ اس کو تقابلی طریقہ کار بھی کہا جاتا ہے۔ تاریخی لسانیات بھی پہلے تقابلی لسانیات ہی تھی۔ بعد میں تاریخی لسانیات کا دائرہ اس قدر وسعت اختیار کر گیا کہ تقابلی لسانیات اس کی ذیلی شاخ بن گئی۔ تقابلی لسانیات میں زبانوں کے خاندان تشکیل دیے جاتے ہیں اور ان قدیم ترین زبانوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو مورث اعلیٰ زبانیں / ماخذی زبانیں (Proto Languages) ہیں، جن سے تحلیل ہو کر خاندان یا سٹاک (Stock) بنتے ہیں۔ تقابلی لسانیات پر وہ تاریخیں اور جھل جانے والی ان مردہ زبانوں کے ذخیرہ الفاظ اور قواعد کی وضاحت ایک خاندان کی مختلف زبانوں کے تقابلی مطالعے سے کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

تقابلی طریقہ کار زبان کی پرانی شکل یا مرحلے کی تشکیل نو کی ایک تکنیک ہے، جو چند اصولوں کے تحت سرانجام پاتی ہے۔ اس کا مقصد ایک آبائی زبان کی آواز، گرامر، الفاظ وغیرہ کی تشکیل نو کرنا ہے۔ دختر زبانوں میں موجود شواہد کی بنا پر آبائی زبان کے ساتھ تولیدی نسبت قائم کی جاتی ہے۔

لسانیات میں زبانوں کی درجہ بندی کے دو اہم طریقے ہیں:

۱۔ نوعی درجہ بندی (Typological classification)

نوعی درجہ بندی زبانوں کو ان کی ساختی خصوصیات کے مطابق زمروں میں تقسیم کرتی ہے۔ انیسویں صدی کے دوران اور اس کے بعد نوعی درجہ بندی اکثر استعمال میں آئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ نظام زبانوں کے ایک گروپ کی تشکیل کرتا ہے جو زبانوں کی کچھ اہم خصوصیات جیسے صوتیات، قواعد اور لغت کا اشتراک کرتا ہو۔ یہ تاریخی اصل یا جغرافیائی محل وقوع کا معیار استعمال نہیں کرتا۔ نوعی درجہ بندی مختلف سطحوں پر زبانوں کی مشترکہ خصوصیات اور ساخت کی مشابہت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

۲۔ نسبی درجہ بندی (Genealogical classification)

نسبی درجہ بندی زبانوں کو ان کے جینیاتی تعلق یا تولیدی نسبت کی بنیاد پر الگ کرتی ہے۔ دو ایسی زبانوں کو جینیاتی طور پر رشتہ دار زبانیں کہا جاتا ہے جو مشترکہ آباؤ اجداد کی حامل ہوں۔ آبا سے ملنے والی خصوصیات کی بنیاد پر زبانوں کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ نسبی موازنہ کا مقصد زبان کے خاندانوں کو قائم کرنا اور غیر تصدیق شدہ ما قبل زبانوں کی تشکیل کرنا ہے۔

مشترکہ زبان کا تصور ۱۷۸۶ء میں سرو لیم جو نزنے پیش کیا تھا۔ ان کے مطابق سنسکرت کی قدیم شکل یونانی اور لاطینی زبانوں سے کافی مماثلت رکھتی ہے اور ان زبانوں کی اساس ایک ہے۔

زبانوں کے خاندان:

زبان بامعنی آوازوں، جسمانی اشاروں اور صوتی علامتوں کا ایسا نظام ہے جو انسانوں کے درمیان ابلاغ کا ذریعہ بنتا ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری کے مطابق: ”زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جس میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادے سے دہرا سکتا ہے“۔ (3)

ڈاکٹر اقتدار حسین خان کے نزدیک: ”لسانیات کی رو سے زبان ایک ایسے خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کے نظام کو کہتے ہیں جو کوئی انسان اپنے سماج میں اظہار خیال کے لئے استعمال کرتا ہے۔“ (4) گویا زبان آوازوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں قواعدی ترتیب ہوتی ہے۔ گویا لفظ جملوں میں قواعدی اصول کے تحت ترتیب

دیے جاتے ہیں۔ لسانیات اشاروں اور تحریر کے مقابلے میں زبانی کلمات کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقا میں زبان کا بولنا پہلے اور تحریر کا استعمال بعد میں شروع ہوا۔

ماہرین لسانیات نے بعض اساسی اور مشترکہ خصوصیات کی بنا پر زبانوں کی درجہ بندی کی ہے۔ اس درجہ بندی میں زبان کی ساخت و تشکیل کے ساتھ جغرافیائی اور تہذیبی و نسلی محرکات کو پیش نظر رکھا گیا۔ تاریخی اور نسلی محرکات کے لحاظ سے دنیا کی زبانوں کو آٹھ بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ سامی، ۲۔ ہند چینی، ۳۔ دراوڑی، ۴۔ مونٹرا

۵۔ بانتو، ۶۔ امریکی، ریڈانڈین قبائل کی زبانیں، ۷۔ ملایا، ۸۔ ہندیورپی۔ (5)

مندرجہ بالا خاندانوں میں ہندیورپی خاندان سب سے اہم ہے۔ علمائے لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ آسٹریک اور دراوڑی زبانوں کے علاوہ یورپ اور ایشیا کی تمام اہم زبانیں ہندیورپی کی شاخیں ہیں۔ اس خاندان میں اکثر ایسی زبانیں شامل ہیں جو علمی و ادبی لحاظ سے دنیا کی رہنما زبانیں ہیں۔ ہندیورپی خاندان کی زندہ زبانوں کو آٹھ شاخوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

۱۔ ہند ایرانی یا آریائی، ۲۔ ارمنی، ۳۔ بلقان سلاوی، ۴۔ البانوی،

۵۔ سلیبی، ۶۔ اٹالوی، ۷۔ کیٹلک، ۸۔ ٹیوٹونی (6)

مندرجہ بالا شاخوں میں آرمینی، البانوی، بلقان سلاوی (بالٹو) اور کیٹلک زبانوں کے بولنے کی تعداد زیادہ نہیں اور نہ ان کی کوئی غیر معمولی اہمیت ہے۔ تاہم بقیہ تین خاندان اہم ہیں۔ یونانی اپنے علمی سرمائے کے لیے مشہور ہے۔ اطالوی شاخ میں لاطینی، فرانسیسی، اسپینی اور پرتگالی زبانیں، جبکہ ٹیوٹونی شاخ میں جرمن اور انگریزی شامل ہیں۔ برصغیر کے تناظر میں ہند ایرانی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ہندیورپی زبان ترقی کرتی ہوئی تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح میں اپنی دوسری منزل میں "ہند ایرانی" یا "آریائی" کے نام سے موسوم ہوئی۔ "ہند ایرانی (آریائی) خاندان کو مزید تین شاخوں میں منقسم کیا جاتا ہے: ۱۔ ایرانی، ۲۔ پشچا، ۳۔ ہند آریائی (7)۔

۱۔ ایرانی میں قدیم و جدید فارسی، دری، پشتو، بلوچی وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ پشچا میں کشمیری، کافر، چترالی، شنا وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ ہند آریائی میں اردو، ہندی، بنگالی، پنجابی، سندھی اور پراکرتیں وغیرہ شامل ہیں۔
آریائی بولنے والوں کا جو گروہ ایران میں مقیم رہا، اس سے ایرانی؛ کشمیر اور اس کے آس پاس بسنے والے
گروہ سے پشچاچ (دردی) اور ہندوستان میں آباد ہونے والے گروہ سے ہند آریائی کا سلسلہ چلا۔
ہندوستانی زبانوں کے خاندان:

آریوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں کے بارے میں خاطر خواہ مواد
دستیاب نہیں ہے البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں تین نسلیں آباد ہیں۔
۱۔ نگریتو (Negretos): ہندوستان میں پایا جانے والا پہلا انسانی گروہ ہے، جو نسلاً حبشی ہے۔ یہ
لوگ شاید افریقہ سے سمندر کے کنارے کنارے چلتا ہوئے ہندوستان پہنچے۔ یہ پہلے جنوبی ہند، اس کے بعد شمال سے
ہوتے ہوئے انڈومان کے جزیروں میں جا بسے۔ ملایا، سماٹرا اور فلپائن کے بعض جزیروں میں آج بھی ان کے بعض
آثار نظر آتے ہیں۔ ہندوستان کے لسانی سرمایے میں ان کی زبان سے متعلق کوئی ثبوت دستیاب نہیں۔

۲۔ آسٹریک (Austriac): نگریتو کے علاوہ ہندوستان آنے والوں میں ایک اور نسل کا پتا چلتا ہے
جو آسٹریک یا پروٹو آسٹریک کہلاتے تھے۔ انھوں نے بول چال کی جو زبان استعمال کی وہ اسی نسل کے نام پر آسٹریک
کہلائی۔ ان کی زبان کی بعض شاخیں ملایا، انڈونیشیا، ہند چین اور مان کھمیر وغیرہ علاقوں میں بھی پہنچی اور خیالات و
احساسات کے اظہار کا ذریعہ قرار پائیں۔ ہندوستان میں آج بھی خصوصاً آسام، بنگال، بہار، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کے
بعض علاقوں میں کول اور منڈاز بائیں بولی جاتی ہیں، جن کا ماخذ آسٹریک زبان ہی ہے۔

۳۔ دراوڑ (Dravidian): ہندوستانی زبانوں کا تیسرا اہم خاندان دراویدی خاندان ہے۔ یہ لوگ
آسٹریک نسل کے فوراً بعد بحیرہ روم سے ہندوستان وارد ہوئے اور وادی سندھ کو اپنا مسکن بنایا لیکن آہستہ آہستہ ملک
کے شمالی حصوں میں پھیلتے گئے۔ آریوں کی یلغار کے بعد جنوب کا رخ کیا۔ پاکستان میں براہوی اور ہندوستان میں اس
خاندان کی چار بڑی زبانیں تامل، تملگو، ملیالم اور کتھمو موجود ہیں۔ اس نسل نے سنسکرت زبان اور اس کے وسیلے سے ہند
آریائی خاندان کو بہت حد تک متاثر کیا۔ (8)

زبانوں کا ہند آریائی خاندان:

یہ ہندوستانی زبانوں کا سب سے اہم خاندان ہے۔ اس کی ابتدا آریوں کی آمد سے ہوئی۔ ہند آریائی، ہند یورپی کی شاخ ہے۔ جس وقت یہ قوم وارد ہوئی اس وقت ہندوستان میں دراوڑ آباد تھے اور ان کی بولی راج تھی۔ آریا چونکہ جنگ جوتھے، اس لیے انھوں نے دراوڑوں کو جنوب کی سمت دھکیل دیا اور خود شمالی ہندوستان میں پھیل گئے۔ ہند آریائی میں سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش مشرقی اور مغربی ہندی نیز تمام جدید آریائی زبانیں شامل ہیں۔ ماہرین لسانیات نے آریوں کی زبان کے عروج و ارتقا کے درج ذیل مدارج بیان کیے ہیں (9):

۱۔ قدیم ہند آریائی (۱۵۰۰ ق م سے ۶۰۰ ق م تک۔ قریباً ۹۰۰ سال)

۲۔ وسطی ہند آریائی (۶۰۰ ق م سے ۱۰۰۰ء تک۔ ۱۶۰۰ سال)

۳۔ جدید ہند آریائی (۱۰۰۰ء سے عصر حاضر تک۔ قریباً ۱۰۲۴ سال)

ڈاکٹر چڑجی کے مطابق عام بول چال میں ان ادوار کو سنسکرت، پراکرت اور بھاشاکا دور کہتے ہیں۔ (10)
قدیم ہند آریائی زبان کو بھی درج ذیل منزلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ ویدک منزل (رگ وید، یجر وید، اتھر وید، سام وید) جس زبان میں وید لکھے جاتے ہیں یعنی سنسکرت مذہب کی زبان ہوتی ہے۔

۲۔ عہد پانینی کی منزل (پانینی کی اشٹ ادھیائی اور پنج تلی کی مہا بھاشیہ لکھی جاتی ہیں)۔ اس دور میں سنسکرت زبان مذہبی علما کی زبان قرار دی جاتی ہے۔

۳۔ رزمیہ منزل سنسکرت سرکاری زبان بن جاتی ہے۔ اس کا تعلق مذہب سے ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ عکسالی منزل: اس عہد میں سنسکرت قواعد نویسیوں کی پابند ہو کر خود کو محصور کر لیتی ہے اور عوام سے دور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے پہلو بہ پہلو عوامی بولیاں پروان چڑھنے لگتی ہیں۔ (11)

اشتقاقیات (Etymology):

علم اشتقاق یا اشتقاقیات الفاظ کی تاریخ کا علم ہے۔ یہ علم معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کسی لفظ نے ماضی میں ارتقا کے سفر کے مختلف مراحل میں کیا کیا شکلیں اختیار کیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں اس لفظ کے بدلتے مفاہیم کیا تھے؟ اور ایک زبان سے دوسری زبان میں اس لفظ نے کس کس شکل و معنی کے ساتھ سفر کیا۔ (12)

لفظ کے ماخذ اور اس میں رونما ہونے والی صوتی، صوری اور معنوی تبدیلیوں کی تاریخ کا سراغ لگانا اشتقاقیات کہلاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر شوکت سبزواری ”ان قاعدوں کا علم جن کے تحت لفظوں میں تراش خراش ہوئی اور کٹ چھٹ کر وہ اپنی موجودہ شکل میں آتے ہیں، علم الاشتقاق یا اشتقاقیات ہے“ (13)۔ پروفیسر خلیل صدیقی کے مطابق ”لسانیات کا جو شعبہ الفاظ کے ماخذ اور اشتقاق سے بحث کرتا ہے، اشتقاقیات کہلاتا ہے“ (14)۔

ماہرین لسانیات اشتقاقیات کو تاریخی لسانیات کی اساس قرار دیتے ہیں۔ زبانوں کے آغاز و ارتقا کے مسائل کا مطالعہ تحقیقات لفظی یا تاریخی الفاظ کا سہارا لیتا ہے۔ اس لیے اشتقاقیات کو لسانیاتی تحقیق کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ بلاشبہ ہند یورپی خاندان کی زبانوں کے مطالعے کی بنیاد تحقیقاتی لفظی یا تاریخی الفاظ پر رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اشتقاقیات، تقابلی لسانیات کے فروغ کا باعث بنی ہے۔ اشتقاقیات لسانیاتی تحقیق کے ڈھانچے کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اٹھارویں صدی میں اس کی بنیاد قیاسات پر، مبنی ہوتی تھی۔ الفاظ کی صوری اور معنوی مشابہت پر توجہ دی جاتی تھی۔ جدید اشتقاقیات ایسے دو الفاظ کا بھی مشعر کہ ماخذ ڈھونڈ نکالتی ہے، جن کی کوئی دو آوازیں بھی مشابہ نہ ہوں۔ اس کا طریق مطالعہ تاریخی ہوتا ہے، جس میں تمام ممکنہ شواہد کی روشنی میں جانچ پڑتال کر کے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جدید اشتقاقی نقطہ نظر سے ارتقائی مدارج اور ان کے ماخذ کا سراغ لگانے کے لیے اصول و قواعد وضع کیے گئے اور منہاج مطالعہ کی توضیح کی گئی۔ کلموں کے صوتی پہلو کی طرف توجہ دی گئی اور صوتی تشابہ کے فارمولے اخذ کیے گئے۔ ہر زبان کے الفاظ میں لسانی تغیرات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تغیرات صوتی، صوری اور معنوی سطح پر رونما ہوتے ہیں۔ وقت کے ساتھ زمانے کی خراپ پر ترشے ترشائے اور ڈھلتے ڈھلائے الفاظ اپنی اصل سے مختلف صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ لسانی تغیرات مختلف اسباب و عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں، جنہر افیائی اختلاط، تہذیبوں کے میل جول، لسانی نقل مکانی، زبانوں کا ملاپ اور بولنے والوں کے تسلسلی رجحانات ان تغیرات کے اسباب و عوامل ہیں۔ لفظوں کی اپنی ایک تاریخ ہوتی ہے، جو ان کے تدریجی ارتقا کی نشان دہی کرتی ہے۔ بلکہ ہر لفظ قوموں کے اختلاط، تہذیبوں کے میل جول، بولنے والوں کے ذہنی رجحانات اور عصری میلانات کی کہانی بھی سناتا ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں ”اگر ہم یہ جاننا چاہیں ہیں کہ کسی قوم کے تعلقات اور رابطے دنیا کی کن کن قوموں سے رہے ہیں، تو اس قوم کے لفظوں کے خزانے میں ہمارے لیے معلومات کا بڑا سرمایہ محفوظ ملے گا“ (15)۔

ہند آریائی خاندان میں بہت سی اشتقاقی فرہنگیں مدون کی گئیں، جن میں سے اکثر کا تعلق یورپی زبانوں سے ہے۔ اردو میں اشتقاقیات کے موضوع پر سب سے پہلے مولانا محمد حسین آزاد نے آبِ حیات اور سخن دانِ فارس میں بحث کی۔ سید احمد دہلوی نے فرہنگِ آصفیہ میں بعض الفاظ کے اشتقاق پر اظہارِ خیال کیا۔ عبدالستار صدیقی نے مقالات میں بعض الفاظ کی اصل اور جغرافیائی مقامات سے بحث کی ہے۔ مولوی احمد دین کی تصنیف "سرگذشتِ الفاظ" (۱۹۲۳ء) اس ضمن میں ایک اہم کتاب ہے۔ انھوں نے "سرگذشتِ الفاظ" میں پادری ٹرنچ کی کتاب "Study of Words" سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے "نقوشِ سلیمانی" (۱۹۳۹ء) میں اس موضوع پر قابلِ قدر کام کیا۔ اس کتاب کے تین مضامین میں اردو کے چند الفاظ کی ماہیت اور ماخذ سے بحث کی ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اشتقاقیات کے ضمن میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف "اردو زبان کا ارتقا" (۱۹۵۶ء) میں اردو کے لسانی سرمائے کے ارتقائی جائزے میں جدید اشتقاقیات کے اصولوں کو سامنے رکھا۔ لسانی مسائل (۱۹۶۲ء) میں بھی تحقیقِ الفاظ کے مضامین شامل ہیں۔ اردو نامہ (کراچی) میں "اشتقاقیات" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کے سلسلہ وار مضامین (۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۲ء) شائع ہوتے رہے۔ اگرچہ اس موضوع پر ان کی کوئی مستقل کتاب نہیں، تاہم یہ مضامین نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو نامہ میں سید قدرت نقوی کے بھی دو مضامین شائع ہوئے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور سید قدرت نقوی کے مضامین اردو اشتقاقیات کی روایت کا اہم سرمایہ ہیں۔ پروفیسر حمید اللہ غضنفر کی تصنیف "زبان و ادب" میں دو مضامین ملتے ہیں۔ عین الحق فرید کوٹی کا مضمون "اردو الفاظ کی اصل" اردو نامہ شمارہ ۲۵، (۱۹۶۶ء) میں شائع ہوا۔ امان اللغات (اردو میں مستعمل عربی الفاظ کا اشتقاق لغت) مولف مولوی محمد امان الحق ہے، جس میں ۳۸۳ عربی مصادر اور ان کے مشتقات کے معانی درج کیے گئے ہیں۔ امان اللغات کا ذکر اردو لغت نویسی کی تاریخ میں خال خال نظر آتا ہے۔ اس کا طبع اول ۱۸۷۰ء طبع دوم ۱۸۸۶ء ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے تدوین و ترتیب کی اور قیمتی حواشی کا اضافہ کیا۔ اشتقاقیات سے متعلق چند کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

المفرد والمرکب از مولوی عبداللطیف (۱۷-۱۹۱۶ء)، تحقیق اللغات از ڈاکٹر عنایت اللہ (۱۹۲۳ء)، لفظوں کی انجمن از سید احمد حسین (۱۹۹۶ء)، پردہ اٹھا دوں اگر الفاظ سے ازف۔ رحیم (۲۰۰۳ء)، لفظوں کی کہانی لفظوں کی زبانی از خالد

احمد (۲۰۰۴ء)، سیاحتِ لفظی از ممتاز ڈاہر (۲۰۰۷ء) لفظوں کا دلچسپ سفر از ایس اے ہاشمی (۲۰۰۷ء) ہیں کو اکب
کچھ از حسین حمید فرہاد (۲۰۰۷ء)، اشتقاقی لغت از سہیل بخاری (۲۰۰۵ء) (16) وغیرہ۔

حوالہ جات

- 1- سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، (حیدر آباد دکن: شمس الاسلام پریس، 1932ء)، ص 63
- 2- گیان چند جین، عام لسانیات، (لاہور: بک ٹاک، میاں چیمبرز، 3 ٹمپل روڈ، 2018ء)، ص 881
- 3- سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، ص 26
- 4- اقتدار حسین خان، لسانیات کے بنیادی اصول، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1985ء)، ص 15
- 5- سلیم اختر، اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1995ء)، ص 11
- 6- سید محی الدین قادری، ہندوستانی لسانیات، ص 51
- 7- ایضاً، ص 53
- 8- امیر اللہ شاہین، جدید اردو لسانیات، (میرٹھ: چغتائی پبلشر نمبر 76، 2021ء) ص 33-35
- 9- ایضاً، ص 36-37
- 10- سید محمود الحسن رضوی، لسانیات اور اردو، (لکھنؤ: احباب پبلشر، 1972ء)، ص 111
- 11- امیر اللہ شاہین، جدید اردو لسانیات، ص 37
12. Philip Durkin, The Oxford Guide to Etymology, (Newyork: Oxford University Press, 2009), P.1
- 13- شوکت سبزواری، اشتقاقیات، مضمولہ: اردو نامہ (کراچی: شمارہ 14، اکتوبر تا دسمبر 1963ء)، ص 76
- 14- خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ، (مستونگ: قلات پبلشرز، 1963ء)، ص 204
- 15- سید سلیمان ندوی، نقوش سلیمانی، (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، 1939ء)، ص 289
- 16- رؤف پارکھی، تحقیق الفاظ و اشتقاق اور ان کی اردو فرہنگیں، مضمولہ: ماہنامہ اخبار اردو، (اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، ستمبر- اکتوبر 2020ء)، ص 8-10